۱۱ر مئی ۱۹۰۶ء

خطبہ جمعہ

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ الاعراف کی حسب ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔ سَآءَ مَثَلَا ِ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

(الاعراف:۱۷۶تا۱۷۹)

اور پھر فرمایا:۔

واضح ہو کہ تکذیب کے دو درجے ہیں۔ اول درجہ تکذیب کا تو یہ ہی ہے کہ انسان اپنی فطرت صحیحہ کو کھو بیٹھے جو عطیہ الٰہی ہے اور اس کو محض بیکار کر دیوے کیونکہ ہر ایک انسان ذوالعقل کی بناوٹ اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ بغیر پہنچنے رسولوں کی رسالت کے بحکم كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

(بخاری۔ کتاب الجنائز) کے اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت خالصہ کو سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ اس کی کیا وجہ کہ فونوگراف کا بنانیوالا یہ تو یقیناً جانتا ہے کہ بغیر کاریگر کے فونوگراف خود بخود نہیں بن سکتا' پھر یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ انسان حیوان ناطق' جس کو اپنے وجود اور تربیت میں ہر لحظہ اور ہر آن میں ایک خالق اور رب کی سخت ضرورت ہے' وہ خود بخود موجود ہو گیا ہو اور خود بخود اس نے تمام مراتب تربیت انسانیت کے حاصل کر لئے ہوں؟ دیکھو جس وقت انسان محض نطفہ تھا' مع ہذا اس میں یہ تمام قویٰ ظاہری اور باطنی اور اعضائے جسمی موجود تھے جو اب پیدا ہو گئے ہیں۔ پس وہ نطفہ ہی بزبان حال گواہی دے رہا ہے کہ ایک خالق اور رب اس کا بالضرور ایسا موجود ہے جس نے اس نطفہ میں یہ تمام اعضائے جسمی اور قوائے ظاہری اور باطنی' ہاں اسی میں مرکوز رکھے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (الاعراف:۱۷۳) میں اس امر کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ پس جبکہ فطرت انسانی ہی اس طرح کی واقع ہوئی ہے جو ابتدائی حالت نطفگی سے ایک خالق و رب کا وجود ضروری سمجھتی ہے تو اسی فطرت صحیحہ کی طرف رجوع نہ کرنا اور اس کی شہادت کو دوبارہ توحید اور ربوبیت خالصہ الٰہی کے قبول نہ کرنا یہ بھی تکذیب ہے اور اس تکذیب پر بھی کوئی عذر اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف:۱۷۳) کا مسموع نہ ہووے گا اور نہ تقلید آباء و اجداد کی کہ اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ (الاعراف:۱۷۴) عذر ہو سکے گا۔ دوسرے درجہ کی تکذیب جو اس سے قباحت میں بہت بڑھ کر ہے یہ ہے جو ان آیات مذکورہ میں بیان فرمائی گئی ہے کہ اے پیغمبر! ان لوگوں پر اس شخص کا حال بھی تلاوت کر کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیات اور نشانات بھی دیئے تھے۔ پس وہ ان آیات سے جدا ہو گیا جیسا کہ مثلاً بکرے سے کھال علیحدہ کر لی جاوے۔ پس شیطان اس کے پیچھے بھاگا تو وہ سخت گمراہوں میں سے ہو گیا۔

مفسرین میں اس شخص کی نسبت بڑا اختلاف ہے کہ یہ کون شخص تھا؟ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ "یعنی بلعم باعور کہ کتب الٰہی خواندہ بود بعد ازاں باغوائے زن خود ایذائے حضرت موسیٰ قصد کرد و ملعون شد"۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی بعثت کے وقت میں ایک شخص امیہ بن ابی الصلت تھا جس کو کتب سابقہ کے علم سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اس وقت میں ایک رسول عظیم الشان مبعوث ہونے والا ہے اور اس کو یہ گمان بھی تھا کہ وہ رسول میں ہی ہوں گا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ رسالت فرمایا تو اس کو بڑا رشک اور حسد پیدا ہو گیا اور کمبخت کافر ہی مرا۔ یہ شخص وہی امیہ بن ابی الصلت ہے جو عرب میں بڑا مشہور شاعر تھا اور جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اٰمَنَ شِعْرُہٗ وَ کَفَرَ قَلْبُہٗ (صحیح مسلم۔ کتاب الشعر) یعنی شعر تو اس کا ایمان لے آیا تھا مگر دل اس کا کافر ہی رہا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ یہ شخص اپنے شعروں میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کیا کرتا تھا اور توحید الٰہی کے دلائل بھی دیا کرتا تھا اور بیان اعمال صالحہ اور احوال آخرت یعنی جنت و نار کا ذکر بھی ان شعروں میں کیا کرتا تھا اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت ابو عامر راہب کے حق میں نازل ہوئی ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق کا لقب دیا تھا۔

غرضیکہ اس آیت کا مصداق کوئی ہو' خواہ بلعم باعور ولی مستجاب الدعوات ہو یا امیہ بن ابی الصلت شاعر موحد ہو یا ابو عامر راہب ہو جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دنیا کو ترک کر دیا تھا یا اور کوئی ہو' بہرحال اس آیت سے صریح یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ مامور من اللہ کی مخالفت میں سب مخالف مردود ہو جاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں نہ کسی کی ایسی ولایت ہی مقبول ہوتی ہے جو مستجاب الدعوات کے مرتبہ پر پہنچ گئی ہو جیسا کہ بلعم باعور ولی حضرت موسیٰؑ کے وقت میں تھا یا کوئی شخص فصیح و بلیغ شاعر ہو جو توحید الٰہی کو اپنے قصائد اور اشعار میں نظم کرتا ہو' مقبول ہو سکتا ہے اور نہ کوئی راہب اور زاہد مخالف مامور من اللہ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرسبز ہو سکتا ہے۔ بلکہ مامور من اللہ کا مکذب اور مخالف خائب و خاسر' نامراد اور مردود درگاہ الٰہی ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ یہ تینوں شخص باوجود ہونے صاحب ولایت کاملہ کے اور باوجود ہونے موحد عابد زاہد کے مردود ہو گئے جیسا کہ آیت زیر تفسیر میں عبرت حاصل کرنے کے لئے ان کا قصہ ارشاد ہوا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو وہ شخص جو صدہا آیات و نشانات کی دنیا میں تبلیغ بھی کر چکا ہو بلکہ اپنی زبان اور قلم سے ان صدہا نشانات کی دنیا میں تبلیغ بھی کر چکا ہو' اس کی تکذیب موجب عذاب ہونے میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہو گی۔ دیکھو اہل کتاب کو جو حافظ اور مفسر تورات وغیرہ کے تھے انہیں کو اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ (البینہ:۷) فرمایا گیا ہے اور احادیث میں مولویان مکذبین مسیح موعود کے لئے عُلَمَآؤھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ (مشکوٰۃ کتاب العلم) کلام نبوت میں وارد ہوا ہے۔

پھر آیت ہذا کے الفاظ پر غور کرو۔ اول تو لفظ اِنْسِلَاخ کا فرمایا گیا ہے جس کا مفہوم ایک جاندار کی کھال کا ادھیڑا جانا ہے۔ دیکھو جس ذی روح کو کہ مُنْسَلَخ کیا جاوے اس کو کس قدر تکلیف ہو گی اور وہ حیوان مُنْسَلَخ کیسا مکروہ اور قبیح معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ اِنْسِلَاخ اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نشانات الٰہیہ کو دیکھ کر پھر بھی ان کا مکذب ہو جانا ایسا ہے جیسا کہ جاندار کی کھال ادھیڑی جاوے اور اس سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ ایسا مکذب پھر مصدق بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جبکہ کسی جانور کی کھال ادھیڑ لی

جاوے تو پھر وہ کھال اس ذی جان کے جسم میں دوبارہ نہیں لگ سکتی اور یہ بھی مفہوم ہوا کہ قبل اِنْسِلاَخ کے اس کھال کو اس جاندار کے ساتھ کمال اتصال تھا۔ مع ہذا پھر بعد اِنْسِلاَخ کے مباینت تامہ ہو گئی۔ پھر ایسا مکذب کیوں کر مصدق ہو سکتا ہے۔ اِلاَّ مَنْ شَآءَاللّٰهُ۔

دوسری مذمت ایسے مکذب کی یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اب اس کے پیچھے شیطان ایسا لگ گیا کہ وہ خود شیطان بن جاوے گا کیونکہ ایک قرات میں فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ باب افتعال سے بھی آیا ہے۔ یعنی شیطان اس کا متبع ہے اور وہ شیطان کا بھی باپ یعنی متبوع ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کو ایسے مکذب کی کس قدر مذمت منظور ہے۔ پھر تیسری مذمت ایسے مکذب کی فرمائی گئی کہ وہ غوئی اور غاوی ہو چکا یعنی سخت گمراہ ضدی ہو گیا۔ کیونکہ غاوی اس کو کہتے ہیں کہ جس کے ہدایت پانے کی امید نہ رہی ہو اور لفظ غوغا کا مادہ بھی یہی غوایہ ہے جو جنگ و جدال اور شور و شر پر دال ہے بخلاف لفظ غبی کے کیونکہ اس کے مفہوم میں صرف سادگی اور بے وقوفی داخل ہے۔ لاغیر۔ دیکھو صراح' صحاح وغیرہ کو۔ چوتھی مذمت ایسے مکذب کی یہ فرمائی گئی ہے کہ وہ زمین ہی میں لگ گیا یعنی دھنس گیا اور چپک گیا۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ قَالَ اَصْحَابُ الْعَرَبِيَّةِ اَصْلُ الْاِخْلاَدِ اللُّزُوْمُ عَلَى الدَّوَامِ وَ كَاَنَّهٗ قِيْلَ لَزِمَ الْمَيْلُ اِلَى الْاَرْضِ وَ مِنْهُ يُقَالُ اَخْلَدَ فُلاَنٌ بِالْمَكَانِ اِذَا لَزِمَ الْاِقَامَةَ بِهٖ۔ پانچویں مذمت اس کی یہ فرمائی گئی ہے کہ کتے کے ساتھ اس کو تشبیہ دی گئی جو اخس الحیوانات ہے۔ چھٹی مذمت ایسے مکذب کی یہ ارشاد ہوئی کہ کتے کی اس حالت کے ساتھ اس کی حالت مشابہ ہے جو بدترین حالت ہے یعنی زبان نکال کر ہانپتے رہنا۔ وہ بھی ہر ایک حال میں خواہ اس کو کسی شکار کرنے کے لئے دوڑایا جاوے یا نہ دوڑایا جاوے مگر زبان نکال کر وہ ہانپتا ہی رہتا ہے۔ پھر خود ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے افعال ذم کے ساتھ اس مثل کی مذمت فرمائی کہ یہ مثل ایسے مکذبین کی بہت ہی بری مثل ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ انبیائے اولوالعزم کے وقت میں بھی ایسے مکذب گزرے ہوئے ہیں جو سب طرح کے نشانات دیکھ کر بلکہ خود ان نشانوں سے مامور من اللہ کی حقیقت کو ثابت کر کر تصدیق کر چکے تھے جس پر الفاظ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰاتِنَا (الاعراف:۱۷۶) دال ہیں پھر بھی وہ مکذب ہو گئے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس قدر مذمت فرمائی ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی اور مکذب کی شاید ہی فرمائی ہو اور یہ سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حضرت مسیح کے وقت میں موافق اسی سنت اللہ کے کوئی ایسا فرد کامل مکذبوں کا بھی موجود ہے یا نہیں؟ جواب اس کا یہی ہے کہ کئی شخص موجود ہو گئے ہیں۔ دور کیوں جاتے

ہو۔ دیکھو ایک تو وہ جس نے ریویو براہین احمدیہ کا لکھا اور تائید و تصدیق میں کوئی دقیقہ اس نے فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ یہ شعر بھی اسی ریویو میں لکھا ہوا ہے کہ۔

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

دوسرا شخص وہ ہے جس نے ایک بڑی تفسیر طول طویل لکھی تھی جس تفسیر میں کثرت سے آیات اللہ کو تائید و تصدیق مسیح موعود میں تحریر کیا تھا اور اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا (الاعراف:۱۷۶) کا مصداق تھا وہ بھی مکذب ہو چکا ہے جس کی تکذیب اخبار بدر وغیرہ میں طبع ہو چکی۔ یہ مضمون میں نے اس لئے بیان کیا ہے کہ کوئی صاحب یہ وہم اپنے دل میں نہ لاویں کہ ایسے لوگوں کا بدل جانا اس مسیح موعود سے اس کی صداقت اور حقیقت میں کچھ فرق پیدا کرتا ہے۔ حاشا و کلا۔ بلکہ یہ تو سنت اللہ ہے جو قدیم سے ہوتی چلی آتی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ اسی لئے یہاں پر لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (الاعراف:۱۷۸) وغیرہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ لوگ ہمیشہ غور اور فکر کرتے رہیں کہ ایسی تکذیب سے صداقت اور حقیقت صادق میں کسی طرح کا فرق نہیں آ سکتا بلکہ ایسے امور میں تفکر کرنے سے ایک طرح کی صداقت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰؑ کے وقت سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جیسا کہ احوال بلعم باعور اور امیہ بن ابی الصلت سے واضح ہو گیا تو کارخانہ نبوت میں ایسے مرتدین کا وجود واسطے ظہور نشانات کے بھی سنت اللہ میں داخل ہو گیا۔ وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ۔

در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اور جو ایسا مکذب ہو جاوے وہ مامور من اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ بلکہ وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (الاعراف:۱۷۸) کا مصداق ہو جاتا ہے۔

جو کوئی اس امر کا منکر ہوا
اپنا کچھ کھویا کسی کا کیا گیا

اب فرمایا جاتا ہے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں آیات کی تصدیق کی برکت سے اس کا مرتبہ بلند کرتے مگر

اس نے دنیا کی ذلت اور پستی کو اپنے لازم حال کرلیا اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگ گیا تو اس کی مثل کتے کی سی مثل ہے کہ اگر اس پر دوڑنے جھپٹنے کا بار ڈالو تب بھی زبان کو باہر نکال کر ہانپتا رہتا ہے اور اگر اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے ہوئے ہانپتا رہتا ہے۔ یہ ہے مثل ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں اور نشانوں کو جھٹلایا۔ تو اے پیغمبر! یہ قصے بیان کرتے رہو تاکہ یہ لوگ کچھ سمجھیں سوچیں۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آیات الٰہی کی تصدیق کرنا اور ان کے بموجب عملدرآمد کرنا باعث رفع درجات کا ہے اور تکذیب آیات اللہ کی اور ان سے اعراض کرنا موجب ذلت اور پستی کا ہے۔ چونکہ انبیاء آیات اللہ کے مبلغ ہوتے ہیں تو ان کا رفع بطریق اولیٰ ہوا کرتا ہے اور ان کے متبعین کا رفع بہ سبب اتباع مقتضی ان آیات کے ان کو حاصل ہوتا ہے اور ان کے مکذبین کو دنیا اور آخرت میں بجز عذاب شدید کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ تینوں امر اللہ تعالیٰ نے آیت يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ (اٰل عمران:۵۶) میں بیان فرمادیئے ہیں۔ رفع عیسیٰ کا' فوقیت متبعین کی' کافروں اور مکذبین کو عذاب شدید دنیا اور آخرت میں۔ اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا سے معلوم ہوتا ہے کہ بالضرور علم آیات الٰہیہ اس کو دیا گیا تھا خواہ وہ آیات اللہ اور حجج دربارہ توحید کے ہوں یا اسم اعظم یا الہامات یا اجابت دعا وغیرہ ہو جیسا کہ تفاسیر میں لکھا ہے۔ بہرحال علم الٰہیات کا بخوبی اس کو حاصل تھا پھر بھی ایک نبی کی مخالفت سے مردود درگاہ ہوگیا۔ قصہ آدم اور ابلیس کا جو متعدد جگہ پر قرآن شریف میں مختلف اسلوبوں سے بیان فرمایا ہے اس کا لب اور خلاصہ بھی یہی ہے۔

یہ آیات اہل علم کے لئے بلکہ ان لوگوں کے لئے جو ملہم بھی ہیں' بڑی عبرت دلانے والی ہیں کہ مامور من اللہ کے مقابلہ اور مخالفت میں جو ان کے الہامات ہوں یا علمی شبہات ہوں' ان کا اتباع صرف اتباع ہوا کا ہے' لاغیر۔ کیونکہ ان کے الہامات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حفاظت نہیں ہوتی ہے بلکہ شیطانی دخل ان الہامات میں اکثر ہو جاتا ہے جس کا نام اتباع ہوا ہے اور اس کا ازالہ نہیں کیا جاتا۔ بخلاف مامور من اللہ کے الہام کے کہ ان کے الہاموں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی حفاظت کی جاتی ہے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا (الجن:۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ چلاتا ہے مامور من اللہ کے الہامات کے پیچھے چوکیداروں کا پہرہ تاکہ اس میں شیطانی دخل نہ ہونے پاوے۔ اور اس مسئلہ الہامات کو ہم نے کتاب اٰيَاتُ الرَّحْمٰنِ لِنَسْخِ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ میں ایسا بیان کردیا ہے جس سے درمیان الہامات عوام غیرمامورین اور الہامات مامورین من اللہ کے ایک مابہ الامتیاز

حاصل ہو جاوے۔

اور متکلمین کا یہ مسئلہ بڑا ہی حق ہے کہ مطلقاً الہام حجت شرعی نہیں ہے جب تک کہ اس کے ثبوت پر قطعی دلائل موجود نہ ہوویں اور نشانات آسمانی و زمینی اس کے ثبوت میں قائم نہ ہو لیویں اور سر اس میں کہ غیر مامورین میں بھی استعداد الہامات اور رویاء کی اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے' یہ ہے کہ کارخانہ نبوت کی ایک نظیر ان میں موجود ہو تا کہ اس نظیر پر قیاس کر کر کارخانہ نبوت کی تصدیق کریں اور ان پر اتمام حجت ہو جاوے اور یہ عذر نہ کر سکیں کہ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ (الاعراف:۱۷۳) یعنی فِیْ اَصْلِ الْفِطْرَةِ فَلَمْ یُوثِّرْ فِیْنَا اَقْوَالُ الرُّسُلِ۔ اور پھر ایسا مکذب جو بعد پہنچ جانے آیات اللہ کے تکذیب کرے اس کا ہدایت پر آنا معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسے شخص کے لئے اتباع اپنے ہوا و ہوس کا مانند طبعی امور کے ہو جاتا ہے جیسا کہ کتے کی حالت ہوتی ہے کہ ہر حالت میں زبان نکال کر وہ ہانپتا رہتا ہے یعنی یہ ہانپنا کتے کا ایک طبعی امر اس کا ہے جو اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ سر اس میں یہ ہے کہ سوائے کتے کے اور کسی جانور میں ایسی حالت نہیں پائی جاتی ہے۔ مگر ہاں بوقت وقوع مشقت اور تعب کے البتہ ایسی حالت اور حیوانات میں بھی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ کتے کا قلب کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ اندر کی ہوائے گرم کو باہر نکالنے کی قوت اس میں بہت ضعیف ہے۔ علی ہذا القیاس باہر سے ہوائے بارد کے جذب کرنے کی قوت بھی اس میں بہت ضعیف ہے۔ اس لئے نہ تو ہوائے بارد کو باہر سے پوری طور پر جذب کر سکتا ہے اور نہ ہوائے گرم کو اندر سے باہر بکمال نکال سکتا ہے۔ اور جو شخص اپنی ہوا و ہوس کا اتباع کرتا ہے اس کا بھی ایسا ہی حال ہو جاتا ہے کہ جو اس کے اندر موادہائے فاسدہ اور حادہ فضلات واجب الاخراج ہیں جو باعث پیدا ہونے اخلاق ردیہ کے ہیں' نہ ان کو بہ سبب اتباع اپنی ہوا کے باہر نکال سکتا ہے جس سے روح انسانی کو تفریح حاصل ہو اور نہ باہر سے اہل حق کے نصائح کو جو مثل ہوائے بارد کے ممد حیات روحانی ہیں' اخذ کر سکتا ہے۔ دیباچہ گلستان میں کیا عمدہ بات لکھی ہے کہ "ہر نفسے کہ فرد میرد و ممد حیات است و چوں برمی آید مفرح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و بر ہر نعمتے شکرے واجب"۔ اسی لئے ایسا مکذب مامور من اللہ کا بہت جلد رسوا اور تباہ اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نہ اس کو تفریح روحؔ انسانی کی حاصل ہوتی ہے اور نہ امداد حیات یابی کی میسر ہوتی ہے۔ اسی لئے تاکیداً آگے فرمایا جاتا ہے کہ کیسی بری مثل ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ وہ اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے ہیں' نہ مامور من اللہ پر۔ ولنعم ما قیل ؎

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

دیکھو چراغ دین کو' اس نے اپنی تکذیب سے مامور من اللہ کا کیا بگاڑا۔ جو کچھ اس نے تکذیب کر کر ظلم کیا وہ اپنی ہی اولاد یعنی فرزندان و دختر اور اپنے نفس پر کیا۔ چراغ دین کے گھر کا بے چراغ ہو جانا بڑی عبرت کا مقام تھا۔ جس پر بعض کو توجہ نہ ہوئی۔ تفسیر ابو السعود وغیرہ میں بلعم باعور کے حالات میں لکھا ہے کہ جب اس نے حضرت موسیٰ کی تکذیب کی اور ان پر واسطے بد دعا کرنے کے مشغول ہوا تو اس کو ایک قلبی مرض ایسا عارض ہو گیا کہ مثل کتے کے اس کی زبان نکل آئی اور مثل کتے کے ہانپتے ہانپتے ہی مر گیا۔ یہ مرض بعید نہ سمجھو کیونکہ امراض کا کیا ٹھکانا ہے اور ان کو کون شمار میں محدود کر سکتا ہے۔

مولوی روم فرماتے ہیں۔

باز کن طب را بخواں باب العلل
تا بہ بینی لشکر تن را عمل

جملہ ذرات زمین و آسماں
لشکر حق اند گاہ امتحاں

خاک قاروں را چو فرماں در رسید
با زر و تخش بقعر خود کشید

موج دریا چوں بامر حق بتاخت
اہل موسیٰ را ز قبطی وا شناخت

آتش ابراہیم را دنداں نزد
چوں گزیدہ حق بود چونش گزد

ہود گرد مومناں خطے کشید
نرم می شد باد کانجا می رسید

اب آگے یہ فرمایا جاتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی روبراہ ہوتا ہے اور جس کو وہ بھٹکا دیوے' وہی لوگ ہیں ٹوٹا پانے والے۔

مطلب صرف یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت لائے ہیں اس کے مضبوط پکڑنے سے ہی انسان روبراہ ہوتا ہے اور اپنے خیالات اور ہواوہوس کی اتباع سے منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اس نے اپنی ہواوہوس کو معبود قرار دے لیا نہ اللہ تعالیٰ کو۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ (الجاثیہ:۲۴)۔ بلکہ ایسے لوگوں کو بجز خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ ذرائع ہدایت کے یعنی قرآن مجید اور رسول کریم خاتم النبین اور فطرت صحیحہ کو اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کے لئے دنیا میں بھیجا ہے جس کی اتباع سے اِهْتَدَا حاصل ہوتا ہے اور نیز قوائے نفسانی وشہوانی و غضبانی بھی انسان میں اسی اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جن کی پیروی سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کو اپنے افعالِ اختیاریہ میں کچھ دخل ہی نہ ہووے اور محض مجبور ہی ہو۔ حَاشَا وَ کَلَّا۔ ورنہ پھر انہیں آیات (یعنی سورہ اعراف کی آیات ۱۷۶ تا ۱۷۸) میں فَانْسَلَخَ۔ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ۔ کَذَّبُوْا بِاٰیَاتِنَا یَظْلِمُوْنَ وغیرہا کا اسناد انسان کی طرف کیوں کیا گیا ہے؟ یعنی جبکہ انسان سے یہ امور قبیح وقوع میں آ جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضلال یعنی منزل مقصود کو نہ پہنچانا ہی ظہور میں آتا ہے اور اگر بندہ اتباع ہدایات الٰہیہ میں سعی و کوشش کرتا ہے تو اس کے لئے انہیں آیات کے قبل یہ فرمایا گیا ہے کہ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ (الاعراف:۱۷۱)۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۲۱ ----- ۲۴ / مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۹ تا ۱۱)

☆-☆-☆-☆